فضائلِ رسولِ اکرم ﷺ

قرآنِ مجید کی روشنی میں

گوہر ملسیانی

قرآنِ مجید وہ کتابِ الٰہی ہے جو تمام آسمانی صحائف اور کتب کے آخر میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ ایک روایت سے علم ہوتا ہے کہ من جانب اللہ نازل کی جانے والی کل کتابیں ۱۰۴ تھیں، اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ملا کر ۳۱۵ تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ ۱۰۴ بڑی کتب ہوں اور چھوٹے صحیفے ملا کر یہ تعداد ۳۱۵ بنتی ہو۔(۱)

قرآنِ حکیم تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ کوئی نیا پیام لے کر آیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا بھی یہ دعویٰ نہیں تھا کہ وہ نئے نبی ہیں اور گزشتہ انبیا کی تعلیم کی نفی کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔(۲)

قرآنِ مجید وہ کتابِ نور ہے جو دوسری آسمانی کتابوں کی طرح یک بارگی نازل نہیں ہوئی، بل کہ تھوڑا تھوڑا کر کے موقع کی مناسبت سے ۲۳ سال سے کچھ کم مدت میں نازل ہوئی اور مکمل طور پر القرآن بنی۔ کچھ آیات زمانۂ مکہ میں نازل ہوئیں اور کچھ مدینہ منورہ میں۔ مکی سورتیں تو اپنی بلاغت وفصاحت کے لحاظ سے لاثانی ہیں۔ ان آیات کی علمی اور ادبی حیثیت اپنے اسلوب کی معراج پر ہے۔

ان سورتوں کا زورِ بیاں اور مضامین کی روانی اس قدر پر جوش ہے کہ خوابِ غفلت میں ڈوبے ہوئے انسان کو بے دار کر دیتی ہے، جب کہ مدنی سورتیں مفصل، طویل اور بیانیہ انداز ادا رکھتی ہیں، فکر انگیز ہیں اور پیغام کو مؤثر انداز سے مفصل پہنچاتی ہیں۔

قرآنِ مجید کے مضامین و موضوعات تو فصلِ بہار کی مانند ہیں۔ کہیں فلسفے کے غنچے چٹک رہے

ہیں، کہیں قانون کے پھول کھلے ہیں اور کہیں معاشیات کی کلیاں مہکتی ہیں، مگر اس کا بنیادی موضوع انسان ہے۔ یہ موضوع عام کتابوں میں درج علوم وفنون سے بہت بلند ہے، کیوں کہ یہ کتابِ الٰہی ہے اور اس میں انسان کی عملی زندگی کے لیے ہدایات ہیں۔ انسان کی دنیوی زندگی کی اصلاح اور اخروی زندگی کی فلاح ہے۔ اس حوالے سے انبیا و رسل علیہم السلام کے معبوث کیے جانے کی ضرورت اور اہمیت بھی اجاگر کی گئی ہے۔ قرآنِ حکیم واضح کرتا ہے کہ جب کسی خطے میں کوئی قوم گم راہ ہوگئی، دنیوی عیش وعشرت میں محو ہوگئی، خدائے واحد کے احکامات بجا لانے کے بہ جائے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگی اور اخلاق وکردار کی اقدار سے دور قعرِ مذلت میں جا گری تو پھر ہادی اور انبیا و رسل صراطِ مستقیم، نیک اعمال کی تعلیم دینے اور اخروی زندگی کی کام یابی کے حصول کی تربیت کرنے کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ O (۳)

آپ تو خبردار کردینے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رہ نما بھیجا گیا ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ خوابِ غفلت میں ڈوبے لوگوں کو چونکا رہے تھے اور غلط روی کے برے انجام سے خبردار کر رہے تھے تو بتایا کہ ہم نے ہر زمانے میں ہر قوم میں ایک نہ ایک ہادی مقرر کر کے یہ خدمت لی ہے۔ (۴)

رسولوں کو مبعوث کیے جانے کا تذکرہ قرآنِ مجید میں کئی اور مقامات پر بھی کیا گیا ہے۔ سورۃ الحجر میں فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ O (۵)

اور ہم تم سے پہلے بہت سی گزری ہوئی قوموں میں رسول بھیج چکے ہیں۔

سورۃ النحل میں فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (۶)

اور تحقیق ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے۔

اور سورۃ الشعرا میں فرمایا:

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ O (۷)

اور ہم نے کسی قریے کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا، جب تک اس میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔

ان قوموں کو انبیائے کرام علیہم السلام نے متنبہ کیا اور جب یہ بری ڈگر پر چلتی رہیں اور اپنے نبی کی بات نہ مانی تو انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، قومِ فرعون اور قومِ شعیب اس سلسلے کی چند مثالیں ہیں۔ بہت سے رسولوں کی بعثت کے تذکار قرآن میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزمان ﷺ کی بعثت کی بھی بہت سی بشارتیں بیان کی ہیں۔

حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے کہا:

> خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے، یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا، یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوندا اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوندا اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو، تاکہ میں مر نہ جاؤں۔ اور خداوندا نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا، وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (۸)

یہ تورات کی صریح پیشین گوئی ہے آپ ﷺ کے سوا کسی اور پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔ (۹)

حضرت عطا بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ حضور کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ تو فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآنِ مجید میں ہیں، ان ہی میں سے بعض اوصاف تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے:

> اے نبی! ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا، امتیوں کو بھانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ تو بدگو اور فحش کلام کرنے والا نہیں ہے، نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا، بل کہ درگزر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے۔ (۱۰)

ابنِ ابی حاتم میں ہے۔ حضرت وہبؒ بن مغیرہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا۔ میں امیوں میں سے ایک امی بھیجنے والا ہوں، جو نہ بدخلق ہے نہ بدگو۔ نہ

بازاروں میں شوروغل کرنے والا۔ میں اسے خوش خبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا، جو حق گو ہوگا اور میں اس کی وجہ سے اندھی آنکھیں کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو سننے والا کردوں گا اور زنگ آلود دلوں کو صاف کردوں گا۔ دل جمعی اس کا لباس ہوگا، نیکی اس کا وطیرہ ہوگا۔ تقویٰ اس کی جاگیر ہوگی۔ حکمت اس کی گویائی ہوگی۔ صدق وصفا اس کی عادت ہوگی۔ عفو ودرگزر اس کا خلق ہوگا، حق اس کا دین ہوگا، احمد اس کا نام ہوگا۔ (۱۱)

ان ہی دنوں ایک کتاب ''محمد ﷺ، ہندو کتابوں میں'' از ابن اکبر الاعظمی، منصۂ شہود پر آئی ہے، جس میں بہت سی پیشین گوئیاں درج ہیں جو ہندوؤں کی ویدوں کی کتابوں سے لی گئی ہیں۔ اگرچہ ان کتابوں کا تذکرہ قرآنِ مجید میں نہیں ہے، جیسا کہ تورات، زبور اور انجیل کا تذکرہ ہے اور نہ ان پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے، مگر بہت سی ایسی کتب اور صحائف بھی ہوسکتے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ نہیں کیا اور ان انبیائے کرام کا تذکرہ بھی نہیں کیا، جن پر یہ کتب اور صحائف نازل ہوئے۔ ایسے اشارے قرآنِ مجید میں موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر امت میں پیغمبرانِ کرام آئے اور ان پر کتابیں بھی نازل ہوئی ہوں گی۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ○ (۱۲)

ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے، جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔

سابقہ سطور میں دیگر ایسی آیات کو بیان کیا گیا ہے، البتہ ایک نئی تحقیق مطالعے میں آئی ہے کہ کینیڈا کے اصل باشندے ایک پیغمبر ''گلوس کلپ'' کو مانتے ہیں، جو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ سے بہت پہلے آیا تھا۔ اس پیغمبر پر ایک کتاب Law The Great نازل ہوئی۔ یہ لوگ سال میں ایک بار اس کی تلاوت کرکے ختم کردیتے ہیں۔ یہ جب دعا کرتے ہیں تو مشرق (غالباً قبلے) کی جانب منہ کرکے دعا کرتے ہیں۔ ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں۔ ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ عبادت میں صف بندی کرتے ہیں اور صف بندی میں اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ درمیان میں خلا نہ رہے، کیوں کہ خلا میں شیطان گھس جاتا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ تعلیمات جو اس قوم کی ہیں، اسلام کے مطابق ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارا پیغمبر ہمیں بتلا کر گیا ہے کہ مشرق کی جانب نظر رکھو، وہاں سے ایک اور شخص آئے گا اور وہ یہی باتیں دہرائے گا۔ (۱۳)

کیا یہ انکشاف انگیز باتیں سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشین گوئی نہیں

ہیں؟

اس کتاب میں ہندوؤں کی کتابوں میں محمد ﷺ اور اس کے مترادف ناموں کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ان میں سے چند ایک کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ موحمد، محامد، محمد

یہ خالص عربی نام بھوشیہ پوران پرتی سرگ پرد۳، ادھیائے ۳، اشلوک ۵، ۱۲، ۱۴، ۱۸ میں اور شریمد بھاگود: مہاتم پوران ادھیائے ۲، اشلوک ۶۷ میں، اور ادرپشند میں اور سنگرام پوراں سکندر۱۲، کانڈ ۶ (ترجمہ تلسی داس) میں وارد ہوا ہے۔

۲۔احمد، ایمد، ایمت

یہ صریح عربی نام رگ وید منڈل ۸ سوکت ۶، منتر ۱۰ میں، سام وید پر یا ٹھک ۲، دشتی ۶، منتر ۸ میں اور اشر دوید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۶، منتر ۱۳ میں آیا ہے۔یہی نام یجر وید، سوکت ۳۱ منتر میں احمت کے ساتھ آیا ہے۔سنسکرت اور ہندی میں ''د'' کو ''ت'' میں بدلنے کا رواج عام ہے۔(۱۴)

اہلِ علم ودانش جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی رسول اکرم صلی اللہ کی آمد کی بشارت دی ہے، جسے قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْم بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ط (۱۵)

اور یاد کرو عیسیٰ بن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔

اسی طرح قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم کی دعائیہ بشارت ہے۔وہ جب مکے میں بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے اور آپ کے فرزندارجمند حضرت اسماعیل بھی آپ کے ساتھ تھے تو یہ دعا بھی مانگ رہے تھے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْہِمْ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ O (۱۶)

اے رب! ان لوگوں میں خود انہیں کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو! جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔تو بڑا مقتدر اور

حکیم ہے۔

گویا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا ظہور حضرت ابراہیم کی دعا کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو احسان قرار دیا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (۱۷)

درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک پیغمبر اٹھایا، جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حال آں کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گم راہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

یہ بشارتیں، یہ دعائیں اور یہ پیشین گوئیاں اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی خاص نظرِ کرم، محبت و عظمتِ مصطفیٰ اور فضیلتِ محسنِ انسانیت ﷺ کے انوارِ ذی شان رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی آیاتِ کریمہ فضائلِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جگمگا رہی ہیں۔ کتنے فرموداتِ خالقِ ارض و سماوات، تعلیماتِ ربانی، تذکارِ قرآنی اور برہانِ ربانی کی تجلیات سے ضیا بار ہیں، جن میں شرفِ سیدِ ابرار، فوقیتِ احمدِ مختار اور فضیلتِ محبوبِ ستار ﷺ کے گہر ہائے گراں مایہ زرنگار ہیں۔ سید المرسلین، محبوبِ رب العالمین ﷺ کی فضیلتوں سے مزین بہت سی آیاتِ کریمہ ہیں، جو پورے قرآنِ مجید میں جگ مگ کر رہی ہیں اور اہلِ خیال و فکر اور تدبر کرنے والے اہلِ خبر کے قلب و نظر میں رنگ بھر رہی ہیں۔ آیئے ان منور و مستنیر فضائلِ سید الانبیا، نورِ راہِ ہدیٰ ﷺ سے پر افکار آیات کا مطالعہ کریں اور خالقِ بحر و بر کی نوازشوں، زیبائشوں کی پر بہار اداؤں کو حرزِ جاں بنائیں۔

پہلی وحی ہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عظمتوں کی آئینہ دار ہے۔ کس طرح ایک یتیم اور امین و صادق کو فرائضِ نبوت کی ادائیگی کے لیے منتخب کیا اور حرا جیسی تنگ سی غار میں مہینوں سے عبادت کرنے والے، تلاشِ حق میں مگن انسان پر فضیلت کا تاج رکھ دیا، جب اللہ تعالیٰ کے ناموسِ اعلیٰ حضرت جبرائیلؑ نے آ کر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ (۱۸)

پڑھو اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا۔

آپ ﷺ نے جواب دیا:

مَا انا بقاری

میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

حضرت عائشہؓ اس سلسلے میں خود رسول اللہ ﷺ کا قول نقل کرتی ہیں کہ میں نے کہا:

میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

اس پر فرشتے نے مجھے بھینچا، یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔

میں نے وہی جواب دیا۔ اس نے دوبارہ مجھے بھینچا اور میری قوتِ برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے کہا پڑھو۔ میں نے پھر کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری مرتبہ مجھے بھینچا، یہاں تک کہ میری قوتِ برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَO

سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات پڑھائیں اور آپ پڑھتے گئے۔ (۱۹)

یہ ربِ کائنات کی خاص عنایت اور رحمت ہے کہ ایک امّی انسان کو چنا اور انوارِ قرآن سے منور کر دیا۔ یہ عطائے نبوت وہ فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص ودیعت ہے۔ ذرا تصور کیجیے کہ ایک شخصیت خالی الذہن تھی کہ وہ نبوت کے فرائض انجام دینے کے لیے منتخب کر لی جائے گی۔ اگرچہ نزولِ وحی کا یہ واقعہ آپ ﷺ کے لئے نہیں تھا، مگر حضور ﷺ کی پاکیزہ زندگی اور عظمتِ کردار آپ ﷺ کو خیر البشر، افضل البشر اور محبوب پیغمبر ﷺ بنا گئے۔ فضیلتوں کی انتہا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نورِ علم دیا، ہدایت و رہنمائی کا علم دیا۔ حکمتِ روحانی، عظمتِ انسانی اور عزیمتِ جاودانی سے سرفراز فرمایا۔ یہی نہیں، بل کہ جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوا اور پریشانی سے دباؤ بڑھا تو کتنے پیار سے روزِ روشن اور سکونِ لیل کی قسم کھاتے ہوئے خالقِ مطلق نے ڈھارس بندھاتے ہوئے فرمایا:

وَالضُّحٰیO وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰیO مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰیO وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰیO وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰیO (۲۰)

قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی، جب کہ وہ سکون سے طاری ہو جائے۔ (اے نبی) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا، اور یقیناً تمہارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے اور عن قریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

آپ ﷺ کو اطمینان وتسلی دینا آپ کی نبوت کو مستحکم کرنے کے لیے بھی ہے کہ وحی کے نزول سے جو بار آپ پر پڑتا ہے، اس کے اثرات زائل ہو جائیں۔ محبت بھرے اس اظہار کے ساتھ ہی یہ بھی خوش خبری سنا دی کہ آپ کا بعد کا دور موجودہ دور سے بہتر ہے۔ یہ کب کہا؟ جب مکے میں شمعِ ہدایت ابھی ٹمٹما رہی تھی۔ مٹھی بھر صحابہ کرامؓ آپ کے والی وشیدا تھے۔ آپ ﷺ کی مخالفت پر سردارانِ قریش، بل کہ پورا مکہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ان رنجیدہ حالات میں مستقبل کی درخشانی کی خوش خبری دی جا رہی ہے۔ یہ حسنِ محبت کا اظہار آپ ﷺ کے مستقبل کی فضیلت کا بھی آئینہ دار ہے۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ کا رب آپ پر عطا اور بخشش کی بارش کر دے گا اور آپ خوش ہو جائیں گے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ حضور ﷺ کی زندگی میں اس طرح پورا ہوا کہ سارا ملک عرب جنوب کے سواحل سے لے کر شمال میں سلطنتِ روم کی شامی اور سلطنتِ فارس کی عراقی سرحدوں تک اور مشرق میں خلیج فارس سے لے کر مغرب میں بحرِ احمر تک آپ کے زیرِ نگین ہو گیا۔ (۲۱)

اس کے ساتھ ہی خالقِ کائنات نے رسولِ رحمت، مہرِ رسالت ﷺ کی ابتدائی زندگی کا نقشہ پیش کر کے اپنے الطاف واکرام اور اپنی عنایات وانعامات کے محبت بھرے احسانات کو بیان کر کے درِ یتیم، رؤف ورحیم ﷺ کو عزمِ صمیم اور درجاتِ عظیم سے نوازا ہے اور ساتھ یہ بھی فرما دیا:

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰیO وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰیO وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰیO (۲۲)

کیا اس نے تمھیں یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا، اور تمھیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی، اور تمھیں نادار پایا اور مال دار کر دیا۔

سرورِ عالم، رسلِ خاتم ﷺ کی بچپن سے جوانی تک کی حیاتِ مطاہرہ کے نشیب وفراز بیان کر کے رحمت وشفقت اور شوکت وحشمت کے عطیات سے نوازنے کے تذکار، اپنے اندر وہ خصائص وصفات رکھتے ہیں، جو محسنِ انساں، جانِ جہاں ﷺ کی زندگی میں گلاب ونسترن کی طرح مہکتے ہیں اور کسی نبی پر نچھاور کی گئی ان نعمتوں، عظمتوں اور فضیلتوں کا ذکر، اس قرینے سے قرآنِ مجید میں نہیں ملتا۔ اس سورۃ سے منسلک اگلی سورۃ الم نشرح میں ربِ غفار، خدائے قہار نے عنایت وشفقت کے ایک اور گوہرِ نایاب کی ضیائیں پھیلائی ہیں، فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ O (۲۳)

اور ہم نے تمھاری خاطر تمھارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔

کیسا شاہانہ اور دل برانہ اندازِ تخاطب ہے۔ کیسی حق وصداقت سے لب ریز خوش خبری ہے اور وہ

بھی ابتدائی عہدِ مکہ میں، ''جب کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس فردِ فرید کے ساتھ گنتی کے چند آدمی ہیں...... اس کا آوازہ دنیا بھر میں کیسے بلند ہوگا اور کیسی نام وری اس کو حاصل ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں اپنے رسول ﷺ کو یہ خوش خبری سنائی اور پھر عجب طریقے سے اس کو پورا کیا۔'' (۲۴)

سیرتِ محسنِ انسانیت ﷺ رفعِ ذکر کی شہادت دیتی ہے کہ آپ کے دشمنوں نے آپ کا اسمِ گرامی ملک کے دور ونزدیک قبائلی علاقوں تک پہنچا دیا۔ جادوگری کے اس پروپیگنڈے نے ہر قبیلے کے عوام الناس کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ کون شخص ہے؟ یہ تجسس آپ ﷺ کے اخلاق وکردار کا زینہ بنا۔ پھر ہجرتِ مدینہ کے بعد غزوات آپ ﷺ کی شہرت وعظمت کو بلند کرنے کا ذریعہ بنے۔ آپ کی رحلت کے بعد خلفائے راشدین کی ہمت واستقلال اور فتوحاتِ صحابہ کرامؓ کی تبلیغی جدوجہد نے چہار دانگ عالم میں آپ ﷺ کا غلغلہ پھیلا دیا۔ آج آپ ﷺ کی رفعت مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی ہے۔ جہاں جہاں بھی مملکتِ فجی سے لے کر کینیڈا تک تسلسل سے نماز کے لیے **اشھدان لا الہ الا اللّٰہ** کی صدا گونجتی ہے، وہاں اس کے ساتھ ہی **اشھدان محمد رسول اللّٰہ** کا کلمہ بلند ہوتا ہے۔

ابوسعید خدریؓ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> جبریل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا رفعِ ذکر کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔

ابنِ جریر کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرامؓ نے اسے روایت کیا ہے، بعد کی تاریخ یہ شہادت دے رہی ہے کہ یہ بات حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

ربّ العالمین کی رحمتیں بے پایاں ہیں، عظمتیں بے شمار ہیں اور عنایات لاتعداد ہیں۔ اس دنیا کے انسان پیدائش سے لے کر دمِ واپسی تک اس کی نعمتوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔ ان میں انبیا ورسل علیہم السلام خاص طور پر اس کے محبوب ترین بندے ہیں۔ خیر الرسل، ختم الرسل اور دانائے سبل ﷺ ان میں افضل البشر ﷺ ہیں، جن پر کتابِ نور کی حکمتیں کھول دی گئیں، اسرار ورموزِ لدنی واکر دیے گئے اور اپنی آخری کتاب میں شانِ کریمی، خلقِ خلیلی ﷺ کے فضائلِ جلیلہ کے انوار ساری دنیا کے سامنے ضوبار کر دیے۔ پھر آپ ﷺ کی شان وعظمت کا یوں بھی اظہار کر دیا:

> اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (۲۵)

بے شک اللہ اور اس کے ملائیکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

کس قدر محبت و رحمت کا اظہار ہے۔ کتنی عظیم فضیلت ہے کہ خود خالقِ کائنات برملا اظہار کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب نبی پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی سلام بھیجتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ پر بے حد مہربان ہے۔ آپ کی تعریف فرماتا ہے، آپ کے کام میں برکت دیتا ہے، آپ کا نام بلند کرتا ہے اور آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ ملائیکہ کی طرف سے آپ ﷺ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ سے غایت درجے کی محبت رکھتے ہیں اور آپ کے حق میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو زیادہ سے زیادہ مرتبے عطا فرمائے، آپ ﷺ کے دین کو سربلند کرے، آپ کی شریعت کو فروغ بخشے اور آپ کو مقامِ محمود پر پہنچائے۔ (۲۶)

فضیلت و عظمت کی انتہا ہے کہ انسانی ادراک اس مرتبے کا اندازہ کرنے سے قاصر ہے۔ پھر درود و سلام بھیجنے کا اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے، جس طرح دیگر احکام، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ادا کرنا فرض ہیں، اسی طرح سرورِ کائنات ﷺ پر درود و سلام بھیجنا بھی فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت میں صلوٰۃ کا طریقہ ارشاد فرمادیا کہ وہی درود جو نماز میں پڑھتے ہیں، درودِ ابراہیمی پڑھا کیجیے۔

قرآنِ حکیم میں محسنِ انسانیت ﷺ کی جلالت و فضیلتِ سیرت کا ایک پرعظمت اندازِ بیاں ملتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم ﷺ کی دل رُبا قوسِ قزح سجائی ہے۔ باری تعالیٰ کا حسین و جمیل اسلوب دیکھیے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝ (۲۷)

اور بے شک آپ اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہیں۔

کتنا اچھوتا اور رس بھرا جملہ ہے۔ فصاحت و بلاغت کی انتہا ہے جو ضرب المثل بن گیا ہے۔ یہ عظمت و حشمت سلسلۂ انبیا، بل کہ جملہ نوعِ انسانیت میں اور کسے عطا ہوئی؟ بعثتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس عہد میں مکہ کا ہر معقول آدمی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر تھا۔ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ اگر چہ متعصب مشرک سردار جانتے بوجھتے حضور ﷺ کو معاذ اللہ مجنون اور جادوگر کہتے تھے، مگر کوئی ذی شعور انسان تسلیم نہ کرسکتا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کانَ خلقه القرآن کہہ کر اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تصدیق کردی ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس آیت کی تشریح حسین وجمیل انداز سے کی ہے۔ لکھتے ہیں:

محسنِ انسانیت ﷺ نے دنیا کے سامنے قرآن کی تعلیم ہی نہیں پیش کی تھی، بل کہ خود اس کا مجسم نمونہ بن کر دکھلایا تھا، جس چیز کا قرآن میں حکم دیا گیا، آپ ﷺ نے خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل کیا، جس چیز سے اس میں روکا گیا، آپ نے خود سب سے زیادہ اس سے اجتناب فرمایا۔ جن اخلاقی صفات کو اس میں فضیلت قرار دیا گیا، سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کی ذات ان سے متصف تھی اور جن صفات کو اس میں ناپسندیدہ ٹھہرایا گیا ہے، سب سے زیادہ آپ ان سے پاک تھے۔ (۲۸)

محسنِ انسانیت ﷺ کے تذکارِ اوصافِ حمیدہ کی ایک کہکشاں قرآنِ حکیم میں بھی ہے۔ انوارِ کتابِ ہدیٰ کی ضیائیں جب حسنِ فضیلت کو ضوفشاں کرتی ہیں تو ان میں مہتاب کی ایک کرن رحمۃ للعالمین ﷺ کی صفت لیے عالمِ انسانیت کو فروزاں کرتی ہے۔ ربِ انس وجاں نے یہ پیغام جاوداں دیا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝ (۲۹)

اور ہم نے نہیں بھیجا مگر آپ کو رحمت للعالمین بنا کر۔

گویا آپ ﷺ سب جہانوں کے لیے رحمت کی گھٹا بن کر آئے ہیں۔ صرف نوعِ انسان ہی کے لیے نہیں، بل کہ جملہ مخلوقات کے لیے بادِ صبا بن کر آئے ہیں۔ مفسرین نے اپنے اپنے انداز سے رحمت کی وسعت کو بیان کیا ہے۔ صاحبِ تفہیم القرآن کی ترجمانی کچھ یوں ہے:

اے محمد (ﷺ)! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔

پھر اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت دراصل نوعِ انسانی کے لیے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے آکر غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو چونکایا ہے اور اسے وہ علم دیا، جو حق اور باطل کا فرق واضح کرتا ہے، اس کو بالکل غیر مشتبہ طریقے سے بتا دیا ہے کہ اس کے لیے تباہی کی راہ کون سی ہے اور سلامتی کی راہ کون سی۔ کفارِ مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو زحمت اور مصیبت سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے، ناخن سے گوشت جدا کر دیا ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ نادانو! تم جسے زحمت سمجھتے ہو، یہ درحقیقت تمہارے لیے رحمت ہے۔ (۳۰)

رحمت للعالمین ﷺ نے جہالت میں ڈوبے، مصائب میں پھنسے انسانوں کو راحت فراہم کی۔ آپ ﷺ کی رحمت حدود و قیود سے ماورا ہے، وقت کی قید سے آزاد ہے۔ آج بھی آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں اور قیامت تک کے زمانے کے لیے آپ کی تعلیمات بنی نوع انسان کے لیے رحمت ہیں۔ رب العالمین ''الرحمٰن الرحیم'' ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اسمائے حسنہ میں ''الرحمٰن'' وہ اسم ہے، جو نظامِ وجدانی کا مبدا ہے اور جس کے بعد اور کوئی اسم نہیں، وہ ''الرحمٰن'' ہے۔ اس کے فیضان کی عمومیت کلی ہے، اور اس فیضان کا مبدا ذاتِ اقدس کی رحمانیت مطلقہ ہے۔ (۳۱)

گویا یہ صفت ''الرحمٰن'' صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مختص ہے تو صفت ''رحمت للعالمین'' سرورِ کائنات ﷺ کے لیے مختص ہے۔

اس سلسلے کی یہ آیت بھی سرورِ عالم ﷺ کی شان و شوکت اور رحمت و شفقت کے انوار پھیلاتی ہے:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO (۳۲)

دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے، جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

رؤف، رافۃ سے ہے اور اس کا اطلاق ایسی رحمت پر ہوتا ہے جو کسی کم زوری و مصیبت پر جوش میں آئے۔ پس رافت و رحمت کی ایک خاص صورت ہے اور رحمت، عام ہے۔ دونوں کے جمع کر دینے سے رحمت کا مفہوم زیادہ قوت و تاثیر کے ساتھ واضح ہو گیا ہے۔ خدا نے یہ دونوں وصف جا بہ جا اپنے لیے فرمائے ہیں اور یہاں اپنے رسول ﷺ کے لیے بھی فرمائے ہیں۔ (۳۳)

یہ فضیلت جاودانی ہے، جو رحمت للعالمین ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پر بہار اسلوب میں ایک اور جلوۂ محبت سید البشر ﷺ کی ادائے بشریت ہے۔ ربِ کائنات نے آپ ﷺ کے مقامِ بشریت کی خصوصیت کو واضح کرنے کے لیے آپ ﷺ کے حقیقی مرتبے کو انوارِ وحی سے ضیا بار کیا ہے۔ اس فضیلت کے اظہار کا انداز دیکھیے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۳۴)

اے محمد! کہہ دیجیے کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔

کتنا تابندہ ورخشندہ مطالب ومفاہیم کا مرقع یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ معیار ومرتبے کے لحاظ سے فضیلت کا کتنا بلیغ وفصیح اسلوب ہے۔ زبانِ خیر البشر ﷺ سے کہلوا دیا کہ اے اہلِ ایمان میں بھی تم جیسا ایک بشر ہوں، مگر ان کم زوریوں سے پاک ہوں جو دیگر انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ میری رہ نمائی تو قدم قدم پر ربِ قدیر کرتا ہے۔ میرے قول وفعل اور میرے حسنِ کردار کی حفاظت ربِ قہار کرتا ہے۔ میرے پاس جبرئیل وحی لے کر آتے ہیں، احکامِ خداوندی پہنچاتے ہیں۔ جو فرض مجھے ادا کرنا ہے، اس کی ہدایت فرمانِ الٰہی کے مطابق پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے معصوم عن الخطا رکھا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ اپنے عہدِ رسالت میں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے ہیں۔ باری تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں خود اس کا تذکرہ فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ (۳۵)

پس اے نبی صبر کرو، اپنے رب کا فیصلہ آنے تک۔ اس لیے کہ بلا شبہ تم ہماری نگہ داشت میں ہو اور تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب تم اٹھو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔

اسی سورۃ میں حضور ﷺ کو مخاطب فرماتے ہوئے تسلی دی:

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ (۳۷)

اے محمد! کہہ دیجیے کہ اللہ میرے لیے کافی ہے۔

بل کہ سورۃ المائدہ میں تو اللہ نے واضح طور پر فرما دیا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (۳۸)

اللہ تعالیٰ تمہاری (ہر قسم کے) لوگوں سے حفاظت کرے گا۔

یہ حفظ وامان کے فرمودات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں اور کسی انسان کے لیے نہیں ہیں۔ یہ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ ہم اپنے محبوب پیغمبر ﷺ پر وحی بھیجتے ہیں اور اس کی ہر طرح سے رہ نمائی کرتے ہیں۔ یہ وہ مرتبۂ بشریت ہے کہ جس پر آسمان کے فرشتے اور زمین پر اللہ کے بزرگ انسان بھی ناز

کرتے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں سید المرسلین ﷺ کی عظمت وفضیلت کے انوار ضوفشاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سید الانبیا، صاحبِ جود وسخا اور رسولِ رشد وہدیٰ ﷺ سے کس قدر محبت کرتے ہیں، کتنا پیار کرتے ہیں؟ انسانی ادراک اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ فہم وشعور کی کنہ پانے سے عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں کہیں بھی اسمِ محمد یا احمد لے کر نہیں پکارا۔ اللہ کے حسنِ تخاطب پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے کہ سیرت وکردار کے محاسن بیان کرنے سے پہلے یا محمد کہہ کر نہیں پکارا، بل کہ صفاتی حسن کو سامنے رکھا:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ (۳۹)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ (۴۰)

اے چادر اوڑھنے والے۔

سبحان اللہ! خالقِ ارض وسماوات نے محرمِ اسرارِ حرا، خواجۂ دوسرا ﷺ کو جس حالت میں دیکھا، اسی انداز سے کتنی محبت سے پکارا۔ یہ محبت ہی نہیں ہے، بل کہ عظمتِ خیر الوریٰ اور شانِ پیکرِ تسلیم ورضا ﷺ بھی ہے۔ اسی طرح یٰسین اور طٰہٰ اور دیگر حروفِ مقطعات ہیں، مگر ان میں بھی اوصاف واحسانات کی ایک دنیا مضمر ہے۔ ان کے مفاہیم ومطالب سے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات اور محبوب پیغمبر ﷺ، صاحبِ قرآن ہی آگاہ ہیں۔ مفسرینِ قرآنِ حکیم نے انہیں القابات قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ (۴۱)

یٰسین، قسم ہے قرآنِ حکیم کی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عکرمہؓ وغیرہم کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں: اے انسان یا اے شخص! اور بعض مفسرین نے اسے ''یا سید'' کا مخفف بھی قرار دیا ہے۔ اس تاویل کی رُو سے ان الفاظ کے مخاطب نبی ﷺ ہیں۔ (۴۲)

اسی طرح یہ آیت دیکھیے:

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝ (۴۳)

ص، قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی۔

یہ بھی حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ ص کے مفہوم کا تعین بھی مشکل ہے، لیکن حضرت ابنِ عباسؓ اور ضحاک کا یہ قول بھی کچھ دل کو لگتا ہے کہ اس سے مراد صادق فی قولہ یا صَدَقَ یَا مُحمد یعنی محمد ﷺ صادق ہیں، جو کہہ رہے ہیں صحیح کہہ رہے ہیں۔ صاد کے حروف کو ہم اردو زبان میں بھی اسی سے ملتے

جلتے معنی میں استعمال کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں کہ میں اس پر صاد کرتا ہوں۔ (۴۴)

یہ ایک اور آیت دیکھ لیجیے:

طٰہٰO مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓیO (۴۵)

طٰہٰ، ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔

اس آیت میں بھی آپ ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ وہی دل کش، محبت بھرا اسلوب ہے، رسولِ مکرم ﷺ کی عظمت و رفعت اور شوکت و فضیلت ہے۔

اس طرح رفعتِ بشریت کا تاج ربِ کائنات نے مظہرِ انوارِ حق، مصدرِ اسرارِ حق ﷺ کے سر پر سجایا ہے۔ انسان کی فہم و فراست اس حقیقتِ امرِ حق کی وسعت کو پانے سے قاصر ہے۔ کون سمجھ سکتا ہے کہ سیدالبشر ﷺ کا سفرِ معراج، اس کی رفعت کے اسرار و رموز کیا تھے۔ اس سدرۃ المنتہیٰ کے سفر کے مقاصد کیا تھے؟ قرآنِ حکیم کی اس آیت کی تشریحات اور اس سے متعلقہ احادیث کی تفہیمات سے جو کچھ فکر و خیال کی متاعِ عزیز بنتا ہے، اسی پر غور و خوض کرتے ہیں، جو عظمتیں اور فضیلتیں اس آیتِ کریمہ سے حاصل ہوتی ہیں، انہیں فضیلت رسول ﷺ کی زینت بناتے ہیں، کیوں کہ یہ نورِ قرآن تو اللہ کی پر جمال عطا ہے۔ قرآنِ حکیم کا یہ فرمانِ دل ربا دیکھیے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُO (۴۶)

پاک ہے وہ اللہ جو لے گیا ایک رات میں اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے، تاکہ اس کو اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت بھی وہی ہے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا۔

یہ وہی واقعہ ہے، جو اصطلاحاً معراج اور "اسرا" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ بہت سے صحابہ کرامؓ اس کے راوی ہیں۔ قرآنِ مجید صرف مسجدِ حرام سے مسجدِ بیت المقدس تک جانے کی تشریح کرتا ہے اور اس سفر کا مقصد یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھانا چاہتا ہے۔ یہاں اس سے زیادہ کوئی تفصیل نہیں ہے۔ احادیث میں اس کی تفصیلات ہیں۔ حضرت جبرئیل کے آپ ﷺ کو اٹھا کر براق پر لے جانے کے واقعات ہیں۔ (۴۷) تفصیلات کسی بھی تفسیر میں دیکھ لیجیے۔

معراج درحقیقت ایک انوکھا اور انسانی فہم و فراست سے بہت بلند واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے خیر البشر، سید البشر، امام الانبیا اور ختم المرسلین ﷺ کو اپنے پاس سدرۃ المنتہیٰ پر لے گیا اور اپنی

بہت سی نشانیاں دکھائیں۔ یہ انسانیت کا عروج، محسنِ انسانیت ﷺ کی عظمت و رفعت کا بے مثال مرتبہ ہے۔ حضرت موسیٰ کو تو ''لن ترانی'' کا جواب ملا تھا، مگر اس معراج میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو اپنے پاس بلا لیا۔ یہ شانِ خداوندی اور شانِ بشر کا ایسا تعلق ہے کہ سوچیں گم ہو جاتی ہیں۔ فکر و شعور جواب دے دیتے ہیں، مگر رسولِ مکرم ﷺ کو اسرار و رموزِ کائنات سے آگاہ کرنا تھا۔ عظمت و فضیلتِ بشریت سے نوازنا تھا۔ اس لیے ربِ ارض و سماوات نے شاہِ امم، مہر کرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ گویا اپنی حمد کے ساتھ اپنے محبوب رسول ﷺ کی عقیدت کو بھی لازم قرار دیا ہے۔ اس طرح واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سرورِ عالم ﷺ کی اطاعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔

فرمانِ ربِ قدوس ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (۴۸)

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

ایک اور مقام پر مزید تاکید فرمائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ۝(۴۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

گویا اعمال کی قبولیت بھی اطاعتِ رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔ اس سے بڑھ کر عزیز اور علیم ذات نے یوں بھی فرمایا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۵۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی، بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس اطاعت میں حسنِ فضیلت کے لولوٗ والمرجان کس طرح ضوفشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی کامیابی سید الانبیا، محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کے بغیر ناممکن قرار دے رہا ہے۔ گویا انسان کا ہر عمل اور ہر عبادت جب تک اطاعتِ رسول ﷺ کے مطابق نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قابلِ قبول نہ ہوگی۔ اس سے بڑھ کر خالقِ کائنات نے یہ بھی فرما دیا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝(۵۱)

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو، اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

کتنی عظیم فضیلت ہے جو اللہ کریم نے رسولِ عظیم ﷺ کو عطا فرمائی ہے کہ اللہ سے محبت رکھنے والوں کے لیے اطاعتِ ہادیِ برحق ﷺ کو لازمی قرار دے دیا۔ ربِ کائنات کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے اتباعِ سیدِ کونین ﷺ حقیقی راستہ قرار دی گئی۔ گویا سرورِ عالم ﷺ سے محبت، آپ ﷺ کی سنت پر عمل کو ذریعہ بنا دیا۔ کیا رفعت ہے! کیا فضیلت ہے! بہ قول شاہ عزیز:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تعالیٰ نے کتابِ مبین میں رسولِ امین، صاحبِ یاسین ﷺ کے انوارِ اسوۂ حسنہ کے مطابق عملی تحسین کتنے دل ربا انداز میں فرمائی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا○ (۵۲)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے، جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتے ہو۔

''اگرچہ یہ فرمان غزوۂ احزاب کے مجاہدین کے لیے تھا، مگر یہ الفاظ عام ہیں اور ان ہی معنی تک محدود نہیں۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ صرف اسی لحاظ سے اس کے رسول ﷺ کی زندگی مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے، بل کہ مطلقاً اسے نمونہ قرار دیا ہے، لہٰذا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ہر معاملے میں آپ ﷺ کی زندگی کو اپنے لیے نمونے کی زندگی سمجھیں۔ اس کے مطابق اپنی سیرت و کردار کو ڈھالیں۔'' (۵۳)

شانِ رسالت کی لاتعداد کرنیں قرآن و حدیث میں چمکتی ہیں، جو اوصاف و صفاتِ امام الانبیا و مرسلین ﷺ کی پرتاثیر ضیائیں گلستانِ علم و ادب اور صاحبان کے دلوں کو ضوبار کرتی ہیں۔ ان انوارِ قرآن کو بارگاہِ ربِ کائنات سے پیش کی جانے والی مدح و ستائش کی روحانی کرنیں بھی کہہ سکتے ہیں۔ ان میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کے فرائض کی عظمتیں اور سیرت و کردار کی فضیلتیں بھی ہیں۔ فرمانِ قادرِ مطلق ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا○ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا○ (۵۴)

اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا ہے، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور اللہ

کی اجازت سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چند کلمات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمائے گئے ہیں، جن میں آپ کے لیے تسکین کا خزانہ بھی ہے اور فرائض کی انجام دہی کا فرمان بھی ہے۔ درحقیقت مقصودِ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم ﷺ کو یہ مراتب عطا کیے ہیں۔ آپ ﷺ کی شخصیت بہت بلند و بالا ہے۔ یہ مخالفین بہتان وافترا کا طوفان اٹھا کر آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ ان باتوں پر رنجیدہ نہ ہوں۔ اس حکم سے یہ ستائشِ ربِ کریم بھی مترشح ہوتی ہے کہ ان کا مقابلہ کسی معمولی انسان سے نہیں ہے، انہیں تو اللہ تعالیٰ نے بلند ترین مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔(۵۵)

اللہ تعالیٰ نے نبی محترم ومکرم ﷺ کی صفات شاہد، مبشر اور نذیر بھی بیان کر دی ہیں۔ اس شہادت کا مفہوم قولی بھی ہے کہ آپ ﷺ کی ہر بات خالق کی ہدایت کے مطابق ہے اور یہ شہادت عملی بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ہر حکم پر خود عمل کیا ہے اور یہ شہادت اخروی بھی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آخرت میں ہر ایک سے متعلق شہادت دیں گے۔ اسی طرح آپ کو اللہ نے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بھی بنا کر بھیجا ہے۔ واضح رہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ روشن چراغ بھی ہیں۔ جس طرح چراغ سے روشنی پھیلتی ہے اور تاریکی بھاگ جاتی ہے، اسی طرح مہرِ ہدایت کے طلوع ہوتے ہی جہالت اور کفر و باطل کی تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ تاریخِ عالم اس کو سب کے سامنے کافور کرتی ہے۔ یہ انوارِ قرآن بھی فضیلت کی حسین وجمیل تجلیات ہیں۔

قرآنِ کریم عظمتِ محزن، اسرارِ ربانی، مرکزِ انوارِ رحمانی ﷺ کی ایک اور ضیائے عقیدت کو ضوفشاں کرتا ہے اور قادرِ مطلق مدثر و مزمل ﷺ کے ایک اور انسانی حقیقت کے نئے انداز میں تابانی پھیلاتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۝(۵۶)

لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

اگرچہ اس آیت کے پہلے حصے میں مشرکین کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، جو حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق اور حضور اکرم ﷺ کے ان سے نکاح پر کیا جا رہا تھا، مگر اللہ نے اس رسمِ جاہلیت کا خاتمہ کیا ہے جو منہ بولے بیٹے کو بیٹا کہا جاتا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں

اوران کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جن کے عہد میں ایسی رسم کو مٹا دیا جائے۔(۵۷)

مگر ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ باری تعالیٰ نے کتنے حسین اسلوب میں بے نظیر و بے مثال، انتہائے کمال ﷺ کی رسالت کو آخری قرار دیا ہے۔ یہ فضیلت وعظمت اور حشمت ورفعت رسولِ کریم ﷺ کی شانِ خیر البشر کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ عطائے خالقِ عالم ہے، جس میں محبت وعظمت ہے۔

قرآنِ حکیم ام الکتاب ہے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو ازل سے ابد تک افکار وعلوم اور پوشیدہ ومعلوم انوارِ علم وآگہی کا گلستان ہے، جس میں ہر موضوع کے پھول مہکتے ہیں، ادب کے غنچے بھی چٹختے ہیں۔ اسلوب واندازِ بیاں، فصاحت وبلاغت کے بستان اور تشبیہات واستعارات کے خیابان بھی چمکتے ہیں۔ یہی نہیں، تخلیق کائنات کی غرض وغایت، تخلیقِ بنی نوع انسان کی مقصدیت، انبیا علیہم السلام کی بعثت کی اہمیت اور خصوصاً خاتم النبیین ﷺ کے اسوہ وسیرت کی اجتماعیت کی آفاقیت کے تذکار کی حکمت قرآنِ حکیم کی تعلیمات میں درخشاں ہے۔

عالمی علوم نے گذشتہ چودہ صدیوں سے مسلسل اپنے ذخیرۂ ادب کو اس کتابِ نور کے بحرِ بے کراں سے لؤلؤ ولالا چن کر زرخیز بنایا ہے، بل کہ اس کے انوارِ روحانی واخلاقی سے مستنیر ہوئے ہیں۔ کیا مفکر، کیا سائنس دان، کیا عوام وحکم راں، کیا ادیب وشاعران اور علومِ لدنی کے خطیب وترجمان، سب کتابِ حکمت کے انوارِ مکافات ومحاکات اور کمالات ونادرات سے اپنے فنی، ادبی، فکری اور اجتہادی زاویوں کو ضیابار کرتے رہے ہیں۔

عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پنجابی، بنگالی، سرائیکی، بل کہ دنیا کی تمام زبانوں کی ادبیات پر تعلیماتِ قرآنِ حکیم کے اثرات مرتسم دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے موضوعِ مقالہ کے حوالے سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآنِ حکیم فضیلتِ محبوبِ رب العزت، ختمِ دورِ رسالت ﷺ کا بنیادی نکتہ اور اساسی ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادہ، ہادیِ دوراں، فخرِ صادقاں ﷺ کے فضائل کے گلہائے رنگا رنگ اس کتابِ مبین میں مہکائے ہیں۔

حوالے

۱۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ محاضراتِ قرآنی: ص ۵۷

۲۔ ایضاً: ص ۵۷

۳۔ الرعد: ۷

۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن: ج ۲، ص ۴۴۸

۵۔ سورۃ الحجر: ۱۰

۶۔ سورۃ النحل: ۳۶

۷۔ سورۃ الشعرا: ۲۰۸

۸۔ استشنا: باب ۱۸، آیات ۱۵۔۱۹

۹۔ تفہیم القرآن: ج ۵، ص ۴۵۹

۱۰۔ بخاری ۲۵: ۲۱

۱۱۔ حکمت الفرقان: ص ۴۷، ۴۸

۱۲۔ الفاطر: ۲۴

۱۳۔ ابن اکبر الاعظمی۔ محمد ﷺ ہندو کتابوں میں: ص ۱۱

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ الصف: ۶

۱۶۔ البقرۃ: ۱۲۹

۱۷۔ آلِ عمران: ۱۶۴

۱۸۔ العلق: ۱

۱۹۔ تفہیم القرآن: ج ۶، ص ۲۹۲، ۲۹۳

۲۰۔ الضحیٰ: ۱ تا ۵

۲۱۔ تفہیم القرآن: ج ۶، ص ۳۷۲

۲۲۔ الضحیٰ: ۶ تا ۸

۲۳۔ الم نشرح: ۴

۲۴۔ تفہیم القرآن: ج ۶، ص ۳۰۰
۲۵۔ الاحزاب: ۵۶
۲۶۔ تفہیم القرآن: ج ۴، ص ۱۳۳
۲۷۔ القلم: ۴
۲۸۔ تفہیم القرآن: ج ۶، ص ۵۹
۲۹۔ الانبیاء: ۱۰۷
۳۰۔ تفہیم القرآن: ج ۳، ص ۱۹۲
۳۱۔ نقوشِ سیرت: ص ۲۳، ۲۴
۳۲۔ التوبہ: ۱۲۸
۳۳۔ ترجمان القرآن: ج ۲، ص ۱۵۷
۳۴۔ الکہف: ۱۱۰
۳۵۔ الطور: ۴۸
۳۶۔ الزمر: ۳۶
۳۷۔ الزمر: ۳۸
۳۸۔ المائدۃ: ۶۷
۳۹۔ المزمل: ۱
۴۰۔ المدثر: ۱
۴۱۔ یٰسین: ۱، ۲
۴۲۔ تفہیم القرآن: ج ۴
۴۳۔ ص: ۱
۴۴۔ تفہیم القرآن: ج ۴، ص ۳۱۹
۴۵۔ طٰہٰ: ۱، ۲
۴۶۔ بنی اسرائیل: ۱
۴۷۔ تفہیم القرآن: ج ۲، ص ۵۸۸
۴۸۔ النساء: ۵۹
۴۹۔ محمد: ۳۳
۵۰۔ النساء: ۸۰
۵۱۔ آلِ عمران: ۳۱

۵۲۔ الاحزاب:۲
۵۳۔ تفہیم القرآن: ج ۴،ص ۸۱
۵۴۔ الاحزاب:۴۵،۴۶
۵۵۔ تفہیم القرآن: ج ۴،ص ۱۰۵
۵۶۔ الاحزاب:۴۰
۵۷۔ تفہیم القرآن: ج ۴،ص ۱۰۳